REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.7631(UIF)
VOLUME - 9 | ISSUE - 2 | NOVEMBER - 2019

میر کا نظریۂ شاعری

ڈاکٹر بسم اللہ خان
جی۔این۔اے کالج بارسی ٹاکلی،
اکولہ (مہاراشٹر)

''نکات الشعرا'' ریختہ گو شاعروں کے دیگر تذکروں میں اس لحاظ سے مختلف اور منفرد ہے کہ میرؔ نے اس کے اخیر میں ریختہ کی اقسام کا بھی ذکر کیا ہے۔ گردیزی (تذکرۂ ریختہ گویاں) نے بھی میرؔ کی تقلید میں ریختہ سے متعلق باتیں ''قدرے تغیر سے دہرادی ہیں۔'' لیکن بقول گیان چند جین: ''یہ خیالات میرؔ کی ایسی نقل ہیں جن پر گردیزی نے اپنی سوچ کا کوئی شمہ صرف نہیں کیا۔''[1] ریختہ کی اقسام کے سلسلے میں میرؔ نے جو کچھ لکھا ہے اور ''نکات'' میں مندرج شعرا کے کلام پر جو اصلاح دی ہے یا شاعروں کی خصوصیاتِ کلام سے متعلق جو اشارے کیے ہیں ان سے میرؔ کے نظریۂ شاعری پر بھی روشنی پڑتی ہے اور نقدِ شعر کے سلسلے میں میرؔ نے جو اصول طے کر رکھے تھے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> ''......ان (میرؔ) کے لسانی اور تنقیدی شعور کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنے تذکرے کے آخر میں ریختہ اور اس کے اقسام کی تعریف کرتے ہوئے فنِ شعر کے معیار کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے......اس اعتبار سے میرؔ اردو شاعری کے پہلے ناقد ہیں جن کے یہاں عملی تنقید سے الگ، نظری تنقید کے سلسلے میں بھی بعض اصولوں اور رایوں کی نشان دہی ملتی ہے۔ یہ اصول آج ہمارے آپ کے لیے قابلِ قبول ہوں یا نہ ہوں لیکن کسی زمانے میں فن کو جانچنے کے پیمانے یہی تھے اور آج بھی ہم کلی طور پر نہ سہی، جزوی طور پر سہی، اصولوں کی صداقت سے انکار نہیں کرسکتے۔''[2]

آیئے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ شعرا کے کلام پر میرؔ نے جو رائے دی ہے اس سے ان کے تصورِ شعر اور نقدِ سخن کے سلسلے میں کیا باتیں سامنے آتی ہیں۔

''شاعرِ مربوط'' کی اصطلاح میرؔ نے کئی جگہ استعمال کی ہے (''......از آں جا (دکن) یک شاعرِ مربوط برنخواستہ'') اس سے میرؔ کی مراد ربطِ کلام سے ہے یعنی اگر غزل کا شعر ہو تو اس کے دونوں مصرعے آپس میں اس قدر مربوط ہوں کہ ان سے ایک مکمل مضمون اور معنی سامنے آجائے اور شعر اگر بیانیہ صنفِ سخن مثلاً مثنوی کا ہو تو اس کے دونوں مصرعوں میں ایسا ربط ہو کہ وہ دولختی نہ معلوم ہوں، اسی طرح پہلے اور بعد کے اشعار سے بھی وہ مربوط ہو۔ ملا وجہی نے بھی مثنوی ''قطب مشتری'' میں یہ خیال اس طرح ظاہر کیا ہے:

[illegible]

(1) [illegible]

(2) [illegible]

(3) [illegible]

(4) [illegible]

(5) [illegible]

(6) [illegible]

(7) [illegible]

(8) [illegible]

(9) [illegible]

(10) [illegible]

(11) [illegible]

(12) [illegible]

(13) [illegible]

[illegible]

ریختے کی چوتھی اور چھٹی اقسام کے سلسلے میں میرؔ نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی روشنی میں خود ان کی شاعری کے مطالعے اور اس کی قدر و قیمت کے تعین میں مدد مل سکتی ہے۔

میرؔ نے ریختے کی جو قسمیں بیان کی ہیں ان کے سلسلے میں گیان چند نے اپنے ایک مضمون میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ:

> ''میرؔ نے یہ منطقی غلطی کی کہ تقسیم کی بنیادوں کو بدل دیا۔ پہلی چار قسمیں زبان کو ملحوظ رکھتی ہیں، بعد کی دو طریقِ شعری کو۔ ان میں تیسری قسم بہت شاذ ہے۔ میرؔ سے پہلے شاہ مبارک آبروؔ نے بھی ریختے میں فارسی کے فعل و حرف لانے کو ناپسندیدہ قرار دیا تھا:
>
> جو کہ لاوے ریختے میں فارسی کے فعل و حرف   لغو ہیں گے فعل اس کے ریختے میں حرف ہے
>
> ایسا تو اکثر ہوتا ہے کہ مصرع میں کچھ لفظ فارسی کے ہوں اور فعل ہندی کا، لیکن یہ نہایت شاذ ہے کہ ہندی مصرع میں فارسی کا فعل ہو۔''[۴]

لفظ ریختہ کو اردو زبان اور اردو شاعری دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ ''نکات'' میں ریختے کی اقسام کے باب میں میرؔ نے بھی اس لفظ کو زبان کے مفہوم میں برتا ہے اور ''دیوانِ اوّل'' کے درج ذیل شعر میں بھی یہ لفظ ان ہی معنوں میں آیا ہے:

> گفتگو ریختے میں ہم سے نہ کر   یہ ہماری زبان ہے پیارے

لیکن لفظ ''ریختہ'' میرؔ کے یہاں زبان کے علاوہ اردو شاعری کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے مثلاً ''نکات'' کے مقدمے میں ہی وہ لکھتے ہیں:

> ''پوشیدہ نماند کہ در فن ریختہ کہ شعریست بطور شعر فارسی بزبان اردوے معلّی شاہ جہاں آباد دہلی کتابے تا حال تصنیف نشدہ......''

اسی طرح ''دیوانِ اوّل'' کے درج ذیل اشعار میں بھی یہ لفظ اردو شاعری کے مفہوم کی نمائندگی کرتا ہے:

> پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ   مدت رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں
>
> دوانہ ہوگیا تو میرؔ آخر ریختے کہہ کہہ   نہ کہتا تھا میں اے ظالم کہ یہ باتیں نہیں بھلیاں

غالباً اسی لیے گیان چند نے یہ وضاحت کی ہے:

> ''میرؔ کی چوتھی قسم ریختے کی، اردو زبان کے مفہوم سے قریب لے آتی ہے یعنی فصیح ادبی اردو۔ غور کرنے کی بات ہے کہ لسانی نوعیت کی باریکیاں بیان کرتے کرتے میرؔ ایہام اور تجنیس پر کیوں کر پہنچ گئے۔ کوئی ایسے تو تھے نہیں کہ بات کے ربط سے سروکار نہ رکھیں۔ ہمارے ان کے بیچ ترسیل کا ایک مغالطہ در آیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ میرؔ زبانِ ریختہ کی قسمیں بیان کر رہے ہیں۔ دراصل وہ ریختے کو اردو شاعری یا اردو نظم کے معنی میں لے کر منازلِ ارتقا کی شرح کر رہے ہیں۔ پہلی تین قسمیں اردو شعر کے ابتدائی تجربوں سے متعلق ہیں۔ چوتھی قسم اردو شاعری کی وہ منزل ہے جب بھاشائیت پر فارسیت غالب

آنے لگی تھی اور جس کا سہرا ولی کے سر تھا۔ اس سے اگلی منزل ایہام گویوں کے دور کی طرف اشارہ کرتی ہے جب آبرو، ناجی وغیرہ ایہام ہی کو اردو شاعری کی جان سمجھتے تھے، وہ دور ختم ہوا اور اس کے بعد میر اپنے دور پر آتے ہیں اور اپنے انداز کو بیان کرتے ہیں جس میں صنائع کے علاوہ صفائی گفتگو، فصاحت اور بلاغت وغیرہ پر زور دیا گیا ہے۔

اس طرح مندرجہ بالا قسموں میں زبان کی حد تک صرف تین معتبر ہیں: پہلی، دوسری اور چوتھی۔''۵

''نکات'' کے مطالعے سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ میر ریختۂ دہلی کو سند مانتے تھے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول:

''اردو شاعری کا معیار اُن (میر) کی نظر میں یہ ہے کہ اصناف سخن، بحور و اوزان، لہجہ و آہنگ، تلمیحات و اشارات میں فارسی شعر کا رنگ ڈھنگ اختیار کیا جائے اور اس میں دکنی شعرا کے مقابلے میں شاہ جہاں آباد کی اردوے معلّٰی (معیاری زبان) استعمال کی جائے۔ میر کے اس اندازِ نظر میں وہ مشورہ بھی شامل ہے جو شاہ گلشن نے ولی دکنی کو دیا تھا......''۶

شاہ گلشن کے مشورے کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے اور یہ تذکرہ بھی کہ شمس الرحمٰن فاروقی صاحب اسے میر کی افسانہ طرازی قرار دیتے ہیں لیکن قدرت اللہ شوق کے بقول شاہ گلشن نے ولی کو ایک اور مشورہ دیا تھا:

''شما زبانِ دکنی را گذاشتہ ریختہ را موافق اردوے معلّٰی شاہ جہاں آباد موزوں بکنید کہ تا موجب شہرت و رواج و مقبول خاطر صاحب طبعان عالی مزاج گردد......''۷

اب ریختہ کے سلسلے میں ڈاکٹر الف۔د۔نسیم کا یہ قول بھی دیکھیے:

''ریختہ سے مراد وہ اردو شاعری لی جاتی ہے جو دلّی میں رائج ہو گئی تھی نہ کہ وہ جو اس وقت ملک کے مختلف علاقوں خصوصاً جنوبی ہند میں رواج پذیر تھی۔ دلّی میں ریختہ کے رواج سے پہلے جنوبی ہند کی زبانوں (گوجری اور دکنی) میں شاعری کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا بلکہ ان زبانوں میں نثر کے کچھ نمونے بھی پیدا ہو چکے تھے۔ یہ بات دلّی والوں کو معلوم تھی لیکن وہ ان زبانوں کو ثقہ نہیں مانتے تھے۔ شاہ گلشن دہلوی نے ولی کو ریختہ کی طرف اسی لیے متوجہ کیا تھا حالاں کہ وہ جنوبی ہند کی زبان میں شاعری کر رہے تھے۔''۸

اور قائم کا یہ شعر تو مشہور ہی ہے:

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ — اک بات لچر سی بہ زبانِ دکنی تھی

میر نے اگرچہ ''نکات'' کی ابتدا امیر خسرو دہلوی کے ترجمۂ احوال سے کی ہے لیکن دکنی شعرا کی ریختہ گوئی کا بھی کسی حد تک اعتراف کیا ہے۔

نکات الشعرا کے سلسلے میں شعرا کے حالاتِ زندگی، سیرت و شخصیت کی تصویر کشی، خصوصیاتِ کلام اور انتخابِ کلام کے تعلق سے جو بھی اعتراضات ہوئے ہیں ان سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے ہمیں یہ اعتراف بھی کرنا چاہیے کہ یہ شعرائے اردو کا پہلا تذکرہ ہے اور بہت سی

[illegible]

☆☆

[illegible]

1. [illegible]
2. [illegible]
3. [illegible]
4. [illegible]
5. [illegible]
6. [illegible]
7. [illegible]
8. [illegible]